

# e-Contents

Presented by Dr. Zarnigar Yasmeen,  
Maulana Mazharul Haque Arabic & Persian University,  
Patna  
Email:zarnigaryasmeen@gmail.com

(پچھلے سبق کے بعد سے جاری.....)

## دبستان عظیم آباد: تشکیل و تعمیر

بہار کی ادبی روایت کا تمام تر تسلسل کے ساتھ جائزہ لیا جائے اس کا یہاں موقع نہیں ورنہ مختلف اصناف سخن کا تاریخ وار مطالعہ یہ احساس دلانے کو کافی ہے کہ عہد قدیم سے لے کر عہد حاضر تک ہر زمانے میں یہاں شعراء وادبا کی ایک بڑی تعداد خاصی فعال رہی ہے۔ یہ بھی محسوس کیا جاسکتا ہے کہ فکری سطح پر دبستان دہلی کا اثر یہاں کے ادیبوں اور شاعروں پہ نمایاں رہا ہے جس کی وجہ نہ تو یہ ہے کہ لکھنؤ سے شعراء کے قافلے یہاں آئے نہ کوئی ایسا رد عمل ہے جو لکھنؤ کے مقابلے میں سامنے آیا بلکہ یہ مشابہت اس علاقائی تہذیب و ثقافت، زمینی صداقت اور نظریاتی احساس کی دین ہے جو سماجی حالات کی یکسانیت کے سبب کم و بیش دونوں جگہ ایک جیسی تھی۔ صرف یہ کہنا بھی شاید کافی نہیں کہ ہمارے یہاں جذبات و احساسات کے اظہار میں ایک نوع کا توازن ہے۔ البتہ اسلوب اور انداز بیان کے اعتبار سے عظیم آباد اسکول کی شاعری دہلی اور لکھنؤ دونوں ہی دبستانوں سے خاصی الگ ہے۔ فارسی تراکیب اور تشبیہات و استعارات کے مقابلے میں مقامی زبان کو ترجیح، زبان کی روانی اور صفائی اور لب و لہجے کی ایک حد تک شائستگی ایسی خصوصیات ہیں جنہیں اس دبستان کے امتیاز کے طور پہ پیش کیا جاسکتا ہے۔ محمد زاہد الحق نے بھی لکھا ہے کہ زبان کے تئیں ہندو لب و لہجے کو فروغ دینا دبستان عظیم آباد کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ مگر اس موضوع پر ایک بزرگ بہاری شاعر جو ہر نظامی کی رائے زیادہ واضح ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ”بہار اسکول نے قدرتی اور سیاسی اسباب کے ماتحت نشو و نما پائی۔ وہی عربی و فارسی کا بلا واسطہ امتزاج، وہی مقامی زبان اور تمدن کا میل جول۔ آپ کو کشش، جوش، سجاد، راسخ، سہاب، صغیر، شاد، رنجور، آزاد، امداد امام اثر اور احقر و آباد جیسے خالص بہاری شعراء کے یہاں ایسے الفاظ ملیں گے جن کا میر و مرزا کے یہاں وجود نہیں۔ غالب و مومن و ذوق کی زبان فارسی کی آغوش میں پھلی پھولی اور پروان چڑھی۔ اس کے برعکس بہار اسکول کے دور وسطیٰ کے شاعر حضرت شاد کے یہاں بھی ایسی زبان ایسے محاورات آپ کو ملیں گے جن کا دہلی و لکھنؤ اسکول کے قدیم شعراء کے یہاں پتہ مشکل سے چلے گا۔ آخر اس کے کیا

اسباب تھے۔ بہار اسکول کی شاعری مقامی تمدن سے کافی متاثر ہے۔ تاریخ داں حضرات سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ بہار چین، بودھ، اجویکا، مذہب کا گہوارہ رہ چکا ہے اور جن کے اثرات آج بھی موجود ہیں..... مقدس کتاب ”چودا پردا“ مگدھی زبان میں لکھی گئی۔“ حال ہی میں دبستان عظیم آباد کی قدامت کے حوالے سے معروف افسانہ نگار فخر الدین عارفی نے بھی شاہ عطا الرحمن عطا کا کوئی کا ایک اہم بیان اپنے سلسلہ مضامین ”غزال آنکھیں چراتے ہیں عظیم آباد والوں سے“ مطبوعہ زبان و ادب پٹنہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء میں نقل کیا ہے۔

یہ ساری باتیں کتابوں میں موجود ہیں لہذا ان کا تذکرہ یہاں پر لا حاصل محسوس ہوتا ہے۔ اس مختصر سی گفتگو سے دبستان عظیم آباد یا بہار اسکول کی قدامت، اس کی جغرافیائی حدود اور ادبی روایت کے تسلسل کا نقشہ تو سامنے آ ہی جاتا ہے مگر جو سوال میں نے اٹھایا تھا وہ اپنی جگہ ہے، یعنی کیا صرف یہی امور دبستان عظیم آباد یا کسی بھی دوسرے دبستان کی انفرادی شناخت کے لیے کافی ہیں؟ دوسرے دبستان سے قطع نظر میں صرف دبستان عظیم آباد کی حد تک اس سوال کو سامنے رکھ کر چند ایسے امور کی نشاندہی کرتا ہوں جو میرے خیال میں اس ادبی مرکز کو امتیاز اور انفرادیت عطا کرتے ہیں۔ یہ نکات عہد قدیم سے دور حاضر تک بکھرے ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے میری نظر علماء اور شعراء کے اس وسیع باہمی ربط کی طرف جاتی ہے جو دوسرے دبستانوں میں نایاب ہے۔ دراصل اردو میں علماء اور شعراء عام طور سے دو متوازی سطحوں پر سفر کرتے رہے ہیں اور ان کے درمیان اشتراک یا افہام و تفہیم کی کوئی صورت نہیں ابھرتی۔ ایسا لگتا ہے کہ علماء کے لیے شاعری ایک شجر ممنوعہ رہی ہے۔ مگر عظیم آباد کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہاں ایسا نہیں ہوا ہے۔ میں ڈاکٹر ابوالکلام قاسمی سٹی، پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی، پٹنہ کی گراں قدر تصنیف ”تذکرہ علمائے بہار“ کے حوالے سے اس ربط باہمی کے بارے میں کچھ وضاحت کر دوں تو بہتر ہے۔ چند برسوں قبل دو جلدوں میں شائع شدہ اس کتاب میں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری سے لے کر عہد حاضر تک کے کم و بیش آٹھ سو ایسے علماء کا تذکرہ ہے جو کسی نہ کسی طور پر شعر و ادب سے وابستہ رہے ہیں۔ اگر ان میں سے پچاس فی صد کی بھی وابستگی اردو شعر و ادب کے ساتھ تسلیم کر لی جائے تو یہ ایک ایسا اختصاص ہوگا جو شاید اور کہیں نہیں ملے گا۔ اس کتاب کی تیسری جلد بھی عنقریب متوقع ہے۔ ایسے میں اردو زبان و ادب سے علمائے بہار کے رشتوں کا دائرہ وسیع تر ہونے کا امکان ہے۔ یہاں اس پہلو کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ ابتدائی عہد کے علماء اور صوفیوں کے تذکروں میں بہ وجہ ان کا نمونہ کلام بہت کم ملتا ہے مگر اٹھارہویں، انیسویں اور بیسویں صدی کے علماء کی شعر و سخن سے وابستگی کے وافر شواہد موجود ہیں۔

(جاری.....)

— ڈاکٹر زرنکار یاسمین

